BA Part - I
Hons Paper - I
Book - 4

انتخاب کلام میر

(1)

سوال نمبر ۱: میر تقی میر کی شخصیت سے اپنی واقفیت کا اظہار کریں یا
میر تقی میر کی شاعری سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجئے۔

جواب: میر محمد تقی نام اور میر تخلص تھا۔ آپ ۱۷۲۳ء میں سادات آگرہ کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابھی دس ہی سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد میر علی متقی کے گزرنے کے ساتھ ہی میر کے ساتھ مصائب کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ سوتیلے بڑے بھائی نے والد کے تمام ترکے پر قبضہ کر لیا۔ وہ گھر چھوڑ کر دلی چلے آئے۔ یہاں میر اپنے سوتیلے بھائی کے خالو سراج الدین علی خان کے گھر ٹھہرے اور شروع میں ان کی شاگردی بھی اختیار کی۔ لیکن ان کا رویہ بھی نہایت معاندانہ تھا۔ میر نے اس گھر کو بھی خیرباد کہا۔ اسی دوران امروہہ کے ایک بزرگ سعادت علی خان سے میر کی ملاقات ہوئی جنہوں نے طبیعت کا رجحان دیکھ کر انہیں شعر گوئی کا مشورہ دیا۔ چنانچہ میر شعر کی دنیا میں آئے اور ایسے آئے ~~کہ انہیں عشق کی ... کا شعور عطا کر دیا ... فرزانگی~~ کہ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اپنے ہی خاندان کی ایک دوشیزہ سے انہیں محبت ہو گئی۔ مگر بدقسمتی سے کبھی حالات میر کے حق میں نہیں رہے۔ لہٰذا اس میدان میں بھی انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ دوسری طرف ان کا دور سیاسی شورشوں اور فتنہ و فساد سے بھرا ہوا تھا۔ نادر شاہ کے حملے سے لے کر عبدالقادر روہیلہ کے جور و ستم تک بہت سے اہم سیاسی واقعات رونما ہوئے۔ سلطنت مغلیہ کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔ ہر طرف ظلم و بربریت کا دور دورہ تھا۔

میر تقی میر اردو کے غزل گو شعراء کے استاد اعظم اور ایک ماہر فن شاعر گزرے ہیں۔ تذکرہ نگاروں اور نقادوں نے میر کو "اردو کا خدائے سخن" و "شہنشاہ غزل" قرار دیا ہے۔ تو گویا تمام بڑے شاعروں نے میر کو اپنے اپنے انداز میں زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔

میر کے کلام میں یوں تو ہمیں غزلوں کے علاوہ نظمیں، قصیدہ، مثنویاں اور مرثیے بھی ملتے ہیں۔ لیکن ان کا مقام جتنا غزل کے میدان میں بلند ہے اتنا دیگر اصناف سخن میں نہیں۔ میر کے کلام کا بیشتر حصہ حزن و ملال اور رنج و الم کا مجموعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں ترنم و موسیقیت

BA Part 2
Hons paper-I
Book-4

انتخاب کلام میر

خیالات میں سادگی، جذبات میں بلندی اور طبیعت میں درد مندی، زندگی کی بے ثباتی کا اظہار، ندرت میر کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

میر کا کلام اس قدر موثر کیوں ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ عشق و محبت کے سیدھے سادے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کے خیالات بہت سادہ اور ہر دل کی آواز ہیں۔ وہ فطرت کے ساتھ ایسے دوش بدوش چلتے ہیں کہ ان کے دل کی بات سب کے دل کی پکار بن جاتی ہے۔

خیالات اور جذبات کی سادگی کے ساتھ ساتھ ان کی اہم خصوصیت ان کی زبان کی سادگی ہے۔ وہ عام بول چال کی زبان لکھتے۔ اسی لیے وہ اپنے شعروں کو فلسفہ، تصوف، اخلاق یا عظمت کا نام نہیں دیتے۔

خیالات و زبان کی سادگی اور روزمرہ کی صفائی کے ساتھ ساتھ میر نے جو تشبیہیں اور استعارے استعمال کیے ہیں وہ بھی نہایت سادہ عام فہم اور مشاہدات و احساسات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے ہر شخص ان کو سمجھتا محسوس کرتا ہے اور تشبیہ و استعارہ سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

شعر کے لیے موزونیت شرط اولین ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اگر موسیقیت شامل ہو جاتی ہے تو شاعری ساحری بن جاتی ہے۔ بعض اوزان اور بحروں میں موسیقیت زیادہ ہوتی ہے۔ بعض میں کم۔ شاعر کا ذوق لطیف خود اس کا فیصلہ کرتا ہے کہ کون سی بحر اختیار کی جائے۔ میر نے بھی مختلف تجربات کیے اور ان کے تجربے کامیاب ثابت ہوئے۔ انہوں نے کہیں چھوٹی بحریں استعمال کی تو وہ بحریں چبھتی ہوئی باتیں بن گئیں۔ بڑی بحروں کا استعمال کیا وہ آہ اور کراہ بن گئیں۔

مختصر یہ کہ میر نے غم عشق اور غم زندگی دونوں کو زندہ رہنے اور مقابلہ کرنے کے عزم و حوصلہ میں تبدیل کر دیا اور اردو شاعری کو ایک انمول خزانہ سے معمور کر دیا۔ اردو کا یہ عظیم شاعر ۱۸۱۰ء میں اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔

BA Part 2
Urdu paper-1
Book-4

انتخاب کلام میر

(3)

سوال نمبر ۲: میر کی غزلوں کے حوالے سے عہد میر کی تصویر کشی ممکن ہے؟ واضح کیجیے۔

جواب: میر تقی میر کی شاعری میں غم و الم اور رنج و حسرت کی جھلک ملتی ہے۔ میر آپ بیتی اور جگ بیتی کو غم جاناں اور غم دوراں بنا کر پیش کرتے ہیں۔ میر کی شاعری میں خارجیت اور داخلیت کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ وہ گردوپیش کے حالات کو غزل میں سمو کر پیش کرتے ہیں۔ میر کی شاعری میں جس محبوب کا ذکر ملتا ہے وہ کوئی اور نہیں، بلکہ دہلی شہر ہے۔ میر دہلی شہر کی اداؤں اور کرشموں پر دل سے ہی فریفتہ تھے گویا دہلی شہر کوئی محبوب ہو۔ میر نے اپنی شاعری میں جہاں اُس محبوب شہر کی اداؤں، حسن و ناز، رنگینیوں اور رعنائیوں کا ذکر فرمایا ہے وہیں دہلی شہر کی تباہی و بربادی کا غم بھی بیان کیا ہے۔ میر کی شاعری میں دہلی کی تباہی و بربادی کے قصے نہایت مجروح اور عقیدت کا دلانہ انداز میں ملتے ہیں۔

سوال نمبر ۳: میر کو کیوں بڑا شاعر تسلیم کیا جاتا ہے؟ وضاحت کیجیے۔ یا
میر کی شاعرانہ عظمت سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔

جواب: ارسطو نے کہا ہے کہ:
"خوشی، مسرت و انبساط کے بہ نسبت غم افضل حیثیت کا حامل ہے۔"
ارسطو کا یہ قول میر کی شاعری پر پورے کا پورا اترتا ہے۔ میر کو خدائے سخن کہا جاتا ہے۔ یہ خطاب کسی بادشاہ کا دیا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ ان کی شاعری کے امتیاز نے ان کو دیا ہے۔ انہوں نے غزل، مثنوی، رباعی، ترجیع بند، مخمس، واسوخت، قصیدہ سبھی پر طبع آزمائی کی۔ لیکن ان کے شاعری کا اصل جوہر ان کی غزلوں میں کھلتا ہے۔ میر کی شاعری ان کے وقت کا آئینہ دار ہے۔ اُن کا دور ایک سیاسی انتشار کا دور تھا۔ انہوں نے سلطانوں کے جاہ و جلال کو مٹتے دیکھا اور کم عمری میں تلاش روزگار اور عشق کی ناکامی برداشت کی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے یہاں غم کی فراوانی ملتی ہے۔ خود میر نے غزل کو واردات قلب کہا ہے۔ تبھی تو میر تقی میر کہتے ہیں

مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

BA Part-I
Hons paper-I
Book-4

انتخاب کلام میر

ان کی بار اس عہد کی بار ہے۔ ان کی آواز آپ بیتی نہیں بلکہ جگ بیتی
نظر آتی ہے۔ زمانے کی زبوں حالی پر بھرپور طنز ہے۔ لیکن ان سب کے
بعد بھی ان کی شاعری انسانی عظمت کا پتہ دیتی ہے۔
بقول ڈاکٹر ایل۔ اے۔ کاظمی:

"ان کی غزل کا ہر شعر ایک تجربہ ہے۔ ان کا رنج و غم وہ نہیں جو
شیکسپیئر کے ہر کردار کو ٹریجڈی سے پیدا ہونے والی فدا کاری محسوس ہو۔ ان کے
ہر شعر میں روح اور زمانے کے نشیب و فراز موجود ہیں جو حقیقی اور کائناتی
ہیں۔ ان کے یہاں غم کا رجحان محبت مندانہ ہے۔"

ان کا مخصوص میدان واردات عشق ہے۔ وہ چاہے
عشق جسم کا ہو یا روح کا، حقیقی ہو یا مجازی۔ جذبہ تندرست ہو یا تہذیب سے۔
ان کی زبان عام فہم، سادہ اور سلیس ہے۔ خود میر کہتے ہیں:

شعر میرے ہیں سب خواص پسند
پر مجھے گفتگو عوام سے ہے

میر کے ہم عصر شعراء کو بھی میر کی شاعرانہ عظمت کا احساس تھا اور بعد کے شعراء
بھی ان کی شاعری کے قائل تھے۔ غالب کو بھی میر کی عظمت کا احساس تھا۔

ریختہ کے تمہی استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

میر کے کلام میں بے انتہا سوز و اثر ہے۔ میر سادہ اور بے تکلف انداز
میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ میر میں سادگی و سلاست ہے۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے — پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

میر دریا ہے سنے شعر زبانی اس کی — اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اس کی

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم — سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے — اس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے

کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات — کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

BA Part I
Hons paper I
Book - 4

انتخاب کلام میر

(4)

سوال نمبر ۵: کیا آج کے عہد میں میر کی شاعری کی معنویت قائم ہو سکتی ہے؟ واضح کیجیے۔

جواب: میر کی پوری شاعری اپنے وقت کی آئینہ دار ہے۔ اس سے ہم سبھی بخوبی واقف ہیں۔ ان کا وقت وہ تھا جب چاروں طرف شور و دہشت گری تھی۔ ایک پر آشوب دور تھا۔ سر کٹتے تھے۔ ایسا ہی ماحول آج بھی ہے۔ اسی لئے آج بھی ان کی شاعری کی معنویت اپنی جگہ برقرار ہے۔ مثلاً یہ شعر:

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

دیکھئے کتنی سچی تصویر ہے۔ ایک شعر دیکھئے۔ کیا اس کی معنویت کم ہوگی۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
میر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

میر کا ایک اور شعر دیکھئے:

کچھ برا سا ساری رات کو بکتا رہے گا دل
تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نہ جائے گا

ان اشعار سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ میر کے شعر کی معنویت آج بھی قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی۔

میر کی شاعری میں رنج و غم کی جو فراوانی ملتی ہے وہ ان کے ذاتی حالات کے علاوہ ان کے عہد کی بھی دین ہے۔ اس وقت دہلی لوٹ کھسوٹ کا شکار تھی۔ اس کا اثر میر پر ہونا لازمی تھا۔ میر کی غزلوں سے زیادہ ان کی شعروں میں اس تباہی و بربادی کے اثرات نمایاں ہوں ہیں۔